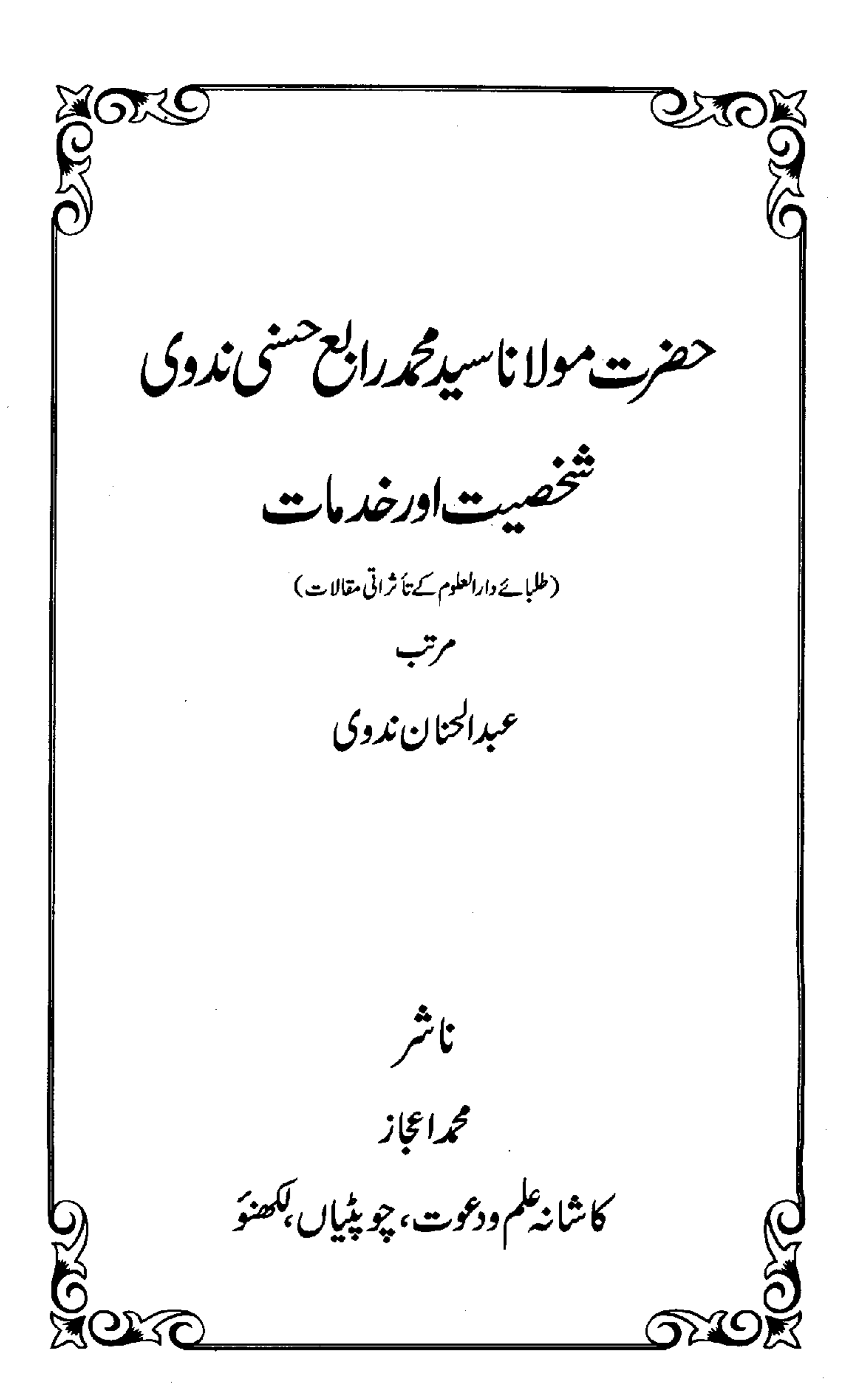


حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

شخصیت اور خدمات

(طلبائے دارالعلوم کے تأثراتی مقالات)

مرتب

عبدالحنان ندوی

ناشر

محمد اعجاز

کاشانہ علم ودعوت، چوپٹیاں، لکھنؤ

طبع اول

سنہ اشاعت: ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

نام کتاب: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
شخصیت اور خدمات

مرتب: عبدالحنان ندوی

تعداد صفحات: ۴۸

قیمت: ۲۰ روپئے

Mob:09616272524,08896445130

ملنے کے پتے

۱- مکتبہ ندویہ- ندوہ، لکھنؤ

۲- مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

۳- مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی، بھٹکل

۴- مرکز النور للدعوۃ الاسلامیۃ، نول پراسی، نیپال

ناشر

محمد اعجاز (چاندی والے)

کاشانہ علم ودعوت، چوپٹیاں، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

بقلم: حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الأعظمی ندوی مدظلہ العالی

(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد :

میرے لئے باعث عزت وسعادت ہے کہ میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی (دامت برکاتہم) کی حیات وخدمات پر چند عزیز طلبہ کے مضامین کا مجموعہ پڑھ کر اپنے تأثرات کا اظہار کروں اوران کی اس پیش کش کو ان کے لئے ہر طرح کی سعادت اور روشن مستقبل کی دلیل تصور کروں۔

عہد سابق میں طلبائے علوم دینیہ کا اپنے اساتذہ سے قلبی تعلق اوران پر فدائیت کا جذبہ ان کے دلوں میں موجزن رہا کرتا تھا، وہ زندگی کے کسی حصے میں ان کے احسانات کو فراموش نہیں کرتے تھے، اور جذبات تشکر ان کے ہر بن مو سے ہویدا ہوا کرتے تھے، اس شعور احسان کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ فارغ ہونے کے بعد بہترین استاذ، مخلص داعی اور ژرف نگاہ مفکر ہوا کرتے تھے، اور علمی، دینی اور ادبی دنیا کو ان سے رہنمائی حاصل ہوتی تھی۔

استاذ محترم سے میرا کچھ ایسا ہی احسان مندانہ تعلق تھا اور ہمیشہ رہے گا، (ان شاء اللہ)، میں شوال ۱۳۷۱ھ میں ندوہ آیا تو میرا داخلہ فضیلت ادب سال اول (آج کل کے علیا اولی ادب) میں ہوا تھا، اور اس کے دوسرے ہی دن سے استفادہ اور تربیت کا سلسلہ شروع ہوگیا، استاذ محترم نے حسن ظن کا تحفہ عطا فرمایا تو شاگرد نے بے پناہ عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔

اللہ تعالی کی توفیق سے میں نے اپنی سرگذشت میں تفصیل کے ساتھ حضرۃ الأستاذ کا نہایت عقیدت ومحبت سے تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالی کو منظور ہوا تو یہ سرگذشت کم وبیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل طبع ہو سکے گی، اور اس میں اپنے مربی و مرشد مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے گذرے ہوئے لمحات کا ذکر اور حضرت علامہ کے احسانات اور شفقتوں کا تذکرہ ذرا تفصیل سے آسکے گا، یہ کتاب ان شاء اللہ (۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں) کے نام سے طبع ہوگی۔ اور ایک معتبر داستان زندگی کی جگہ لے سکے گی، اور یہ ان شاء اللہ تعالی ایک سچی عقیدت، واردات قلبی اور حقیقت کی تصویر کشی پر مبنی ہوگی۔

اس مختصر تحریر میں، میں پھر اپنے عزیز بھائیوں کو قلبی مبارک باد پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے احسان شناسی کی تاریخ میں عصر حاضر کے اساتذہ اور طلبہ کے تعلق کی ایک جھلک اس کتابچہ میں پیش کر کے میرے حسن ظن میں اضافہ کیا، اور مجھے مسرت عطا کی۔

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله۔

راقم الحروف

سعید الرحمن الأعظمی

مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۴/۴/۱۴۳۳ھ

۲۷/۲/۲۰۱۲ء

تقریظ

از: حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی دام ظلہ
(معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين . أما بعد

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی چونکہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے سب سے زیادہ قریب رہے ہیں اور ان کے اسفار میں شریک رہے ہیں، جن میں اہم شخصیتوں اور حکمرانوں سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا بھی کثرت سے موقع ملا، اس لئے مولانا کو حقیقت حال اور مسائل کی نزاکت سے واقفیت کا جو موقع ملا وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے واقفیت اور ان کے حل کے اسباب وسائل کا علم بھی اس سرچشمہ سے منسلک رہنے کی وجہ سے زیادہ حاصل ہوا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا اپنی تدریسی زندگی میں تعلیمی وتربیتی ذمہ داریوں اور دعوتی اور علمی مشغولیتوں کے ساتھ صحافت سے قریبی تعلق رہا، انہوں نے ۱۹۵۹ء میں پندرہ روزہ عربی اخبار ''الرائد'' نکالا، اور اداریئے بھی لکھے جو عالم عربی میں بڑی وقعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، اسی طرح البعث الاسلامی میں بھی تسلسل سے مضامین لکھتے رہے۔

سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۶/۴/۱۴۳۳ھ
ندوۃ العلماء، لکھنؤ	۲۹/۲/۲۰۱۲ء

(ماخوذ: از مقدمہ خطبات رابع اور عالم اسلام وسامراجی نظام)

بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیل رہبانی

از: جناب مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری

(عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

''عالم اسلام اور سامراجی نظام'' حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے عالم اسلام خصوصاً عرب ملکوں کے مسائل ومشکلات اور امت مسلمہ کو درپیش خطرات اور چیلنجز اور مغربی ملکوں کی فکری یورش اوران کی نسل کشی کی سازشوں کے بارے میں لکھے تھے، چونکہ بیشتر مضامین عرب ملکوں سے متعلق تھے، اس لئے وہ عربی میں براہ راست لکھے گئے، پھران کا ترجمہ ''تعمیر حیات'' میں شائع ہوا، انھیں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی طرف سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے، تاکہ برصغیر کے مسلمان خاص طور سے عالم اسلام اورعرب ملکوں کو درپیش خطرات سے اچھی طرح واقف ہوں اوران کا دینی وملی شعور بیدار ہو کہ وہ بھی اس عالمگیر ملت کا جزء ہیں۔

چونکہ یہ مضامین ایک دردمند دل کے قلم سے نکلے ہیں اوران کا محرک بھی دینی جذبہ ہے، اس لئے ایک ایک سطر سے درد وسوز اور عالم اسلام کے سیاسی قائدین کی بے دانشی بلکہ ضمیر فروشی اور ملت کی بے بسی وبے حسی پر خون کے آنسو بہتے نظر آتے ہیں، اس وقت کے عالم اسلام کی تصویر کشی کا کام خون دل بہانے سے زیادہ مشکل ہے، بلکہ ترجمان حقیقت شیخ سعدی کے الفاظ میں سقوط بغداد پر آسمان بھی اگر خون کے آنسو بہائے تو اس کو یہ حق ہے۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں\
برزوال ملک مستعصم امیر المؤمنین

مشہور مؤرخ ابن کثیر ایک سال تک متردد رہے کہ زوال بغداد پر کیسے قلم اٹھائیں، لیکن مؤرخین کو ایسے دشوار گزار بلکہ دل گداز سانحوں کے بارے میں بھی دل پر پتھر رکھ کر لکھنا پڑا، مگر اس دور میں قلم اٹھانا تو خون دل بہانے سے زیادہ مشکل ہے اور خطرناک ہے، بڑے سے بڑے مؤرخ اور تجزیہ نگار کے لئے یہ سمجھنا انتہائی مشکل ہے کہ اس صورت حال کی توجیہ کیا کرے، جب استعماری طاقتوں کا قبضہ مسلم ملکوں پر تھا تب تو استعمار کو برا کہنا اور مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان بیان کرنا آسان تھا، اب جب کہ برسوں سے یہ ممالک آزاد ہو گئے اور دینی، سیاسی واقتصادی اور تہذیبی ترقی میں رکاوٹ نہیں رہی، پھر ان کے پاس مادی وروحانی ترقی کے وہ سارے وسائل ہیں جو دشمنوں کے پاس نہیں، اس کے باوجود بھی مسلم ممالک کیوں استعماری طاقتوں کی چیرہ دستی اور تہذیبی غلامی اور اعتقادی ارتداد کا شکار ہیں، یہ تمام مسلم ممالک آزاد ہیں اور مسلمان ہی حکمراں ہیں۔ لیکن وہ اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے بجائے برادر کشی میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر رہے ہیں ،ترکی کے کمال سے لے کر جمال تک اور صدام سے حسنی مبارک تک اور بورقیبہ سے لے کر زین العابدین بن علی تک کے جائزے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استعماری طاقتوں نے مسلمان ملکوں پر اپنے وفادار ایجنٹوں کو مسلط کر دیا ہے، ہر روز نت نئی مشکلات سامنے آ رہی ہیں، عالم اسلام کی آزادی پر نصف صدی گزرنے کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اسلامی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

اس دنیا کی چھ ارب آبادی میں ایک ارب چالیس کروڑ اکتیس لاکھ ۵۱ ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے، جو ۴۸ آزاد مسلم ممالک اور دیگر ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے، یہ عیسائیت کے پیروکاروں کے بعد دنیا کی دوسری بڑی اکثریت ہے، مسلمان ممالک میں شرح پیدائش ۳ فیصدی ہے، جو دنیا میں سب سے زیادہ ہے، بلکہ یورپ وامریکہ، روس، جاپان ،اور اسرائیل میں شرح پیدائش گھٹ رہی ہے جو ان ملکوں کے لئے تشویش کا باعث ہے

جب کہ مسلم آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس کے علاوہ آپ رقبے کے لحاظ سے دیکھیں تو کرۂ ارض پر مسلمانوں کے پاس تین کروڑ اڑتالیس لاکھ انیس ہزار سات سو نوے مربع کلو میٹر علاقہ ہے، جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو دنیا کی عیسائی آبادی یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے براعظموں تک محدود ہے، بدھ مت مشرق بعید میں مرکوز ہے، لیکن مسلمان دنیا کے ساتوں براعظموں میں موجود ہیں۔

دنیا کی تمام بڑی آبی گزرگاہیں مسلم دنیا سے ہو کر گزرتی ہیں، دنیا کے مختلف ممالک کو ملانے والے تمام زمینی راستوں میں مسلم ممالک آتے ہیں، دنیا کے تمام بڑے فضائی راستے مسلم ممالک کے اوپر سے گزرتے ہیں، آپ یورپ سے امریکہ آنا چاہتے ہیں، مشرق بعید سے یورپ یا امریکہ جانا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی نہ کسی مسلم ملک سے گزرنا پڑے گا۔

مادی وسائل کے حوالے سے دیکھیں تو دنیا کی ساری صنعتوں کو ایندھن چاہئے، دنیا کا سارا نظام بجلی کا محتاج ہے اور زیادہ تر بجلی تیل سے بنتی ہے، دنیا کا ستر فیصدی تیل مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کی ٦٥ رفیصدی زرعی زمین مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کا بہترین نہری نظام مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کے سب سے بڑے سونے کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں اور تانبے، لوہے اور کوئلے کی سب سے بڑی کانیں مسلم ممالک کے پاس ہیں۔

اگر ہم تمام مسلم ممالک کی فوجی طاقت اور اس پر سالانہ فوجی اخراجات کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ تمام مسلم ممالک کی کل فوج کی تعداد چھیاسٹھ لاکھ چھہتر ہزار پانچ سو ساٹھ بنتی ہے اور یہ ۴۸ ممالک ہر سال دفاع پر چھہتر ارب نو سو پچاس ملین ڈالر خرچ کرتے ہیں جو دنیا کے کل دفاعی بجٹ کا ایک چوتھائی حصہ ہے، دنیا میں ہر سال اسلحے خریدنے والوں میں مسلم ممالک پہلے نمبر پر ہیں۔ مثلاً سعودی عرب کو لیجئے جس کے پاس دو لاکھ بیالیس ہزار فوجی ہیں، وہ ہر سال فوج پر اکیس ارب آٹھ سو چھہتر ملین ڈالر خرچ کرتا ہے، بالفاظ دیگر اس وقت مسلم ممالک کی کل فوج میں ٦٦ لاکھ چھہتر ہزار پانچ سو ساٹھ فوجی ہیں اور یہ

ممالک مجموعی طور پر دفاع پر چھہتر ارب نو سو پچاس ملین ڈالر سالانہ خرچ کرتے ہیں، اس طرح مسلمان دنیا کی بہت بڑی فوجی طاقت ہیں۔

ایک دوسرے نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک بڑا فرق ہے، وہ یہ کہ امریکی عیسائی، برطانوی عیسائی سے مختلف ہے، ایک جرمن، جرمن پہلے اور عیسائی بعد میں ہے، فرانسیسی عیسائی خود کو آسٹریلوی عیسائی سے افضل سمجھتا ہے، اس طرح چینی بدھ اور جاپانی، فلپائنی اور نیپالی بدھ میں بڑا فرق ہے، لیکن مسلمان افریقہ کا کالا ہو، فلسطین کا سرخ ہو، ہندوستان کا گندمی ہو یا البانیا کا سفید، سب سے پہلے وہ مسلمان ہے، وہ پوری ملت کو اپنی ملت اور پوری مسلم دنیا کو اپنی دنیا سمجھتا ہے، لہٰذا اس مساوات کے باعث ہم اڑتالیس مسلمان ممالک کی فوجوں کو پوری مسلم فوج کہیں گے، اس کے مقابلے میں یورپ میں فرانس کی فوج فرانسیسی ہے اور برطانیہ کی فوج برطانوی فوج کہلائے گی، وہ کبھی مل کر عیسائی فوج نہیں بن سکتی، یہ ایک بنیادی اور بڑا فرق ہے، لیکن مسلم دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ دنیا کے اتنے بڑے رقبے، وسائل اور آبادی رکھنے کے باوجود ایک نہیں ہے، دنیا کی سب سے بڑی فوج رکھنے کے باوجود مغلوب ہے۔

اس کے برعکس عیسائی اپنے مفادات میں ایک ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار، وہ چاہتے ہیں تو کسی لمبی چوڑی فوج کشی کے بغیر انڈونیشیا سے مشرقی تیمور چھین لیتے ہیں، لیکن ہم مسلمان اتنی بڑی فوج کے باوجود افغانستان بچا سکتے ہیں، نہ عراق کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہیں، مسلح افواج رکھنے کے باوجود نہتے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا المیہ ہوگا کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کرتا ہے تو اس کے جنگی طیارے ۲۲ مسلمان ریاستوں سے گزر کر کابل پہنچتے ہیں، اسے دفاعی مدد ملتی ہے تو ۱۳ اسلامی ملکوں سے ملتی ہے، وہ عراق پر حملہ کرتا ہے تو اس کے طیارے پورے عالم اسلام کے اوپر سے گزر کر آتے ہیں اور امریکہ کو بحری اور بری ٹھکانے مہیا کرتے ہیں تو عرب

ممالک کرتے ہیں، اس کے ۲۶ فوجی اڈے تو صرف عرب ملکوں میں ہیں، اگر ہم متحد ہوکر امریکہ کو صرف دھمکی دیں کہ اگر تم نے عراق پر حملہ کیا تو اپنے کسی سمندر سے تمہارا بحری جہاز گزرنے نہیں دیں گے اور نہ اپنی فضاؤں سے تمہارے مسافر بردار جہاز، اور اپنی کسی سڑک سے تمہاری کوئی گاڑی نہیں گزرنے دیں گے تو دنیا دو دن میں ہمارے قدموں میں گر جائے گی، ہم جب غیرت دینی سے خالی حکام کی رہنمائی سے آزاد ہوکر پتھروں اور غلیلوں سے لڑتے ہیں تو بڑی طاقتوں کو دن میں تارے نظر آنے لگتے ہیں، چیچنیا، افغانستان اور عراق وفلسطین کے نہتے مجاہدین نے سپر پاور امریکہ وروس کو بھی کان پکڑنے پر مجبور کر دیا ہے اور اب وہ بڑی مکاری سے پرامن اور مہذب گفتگو کا سہارا لے رہے ہیں۔

مولانا نے اس کتاب میں سب سے پہلے مسلمان ملکوں کی سنگین صورت حال کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ امت اسلامیہ کا اصل ناسور کیا ہے، مغربی استعمار نے کس طرح فکری اور تہذیبی طور پر اسلامی معاشرہ کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھ دیا ہے، لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ نصف صدی ہماری آزادی پر گزرنے کے باوجود ہم ابھی تک بیدار تو کیا ہوتے مغربی استعمار کے مسلط کئے ہوئے حکام کے شکنجے سے آزاد نہیں ہوئے، جاپان وچین اور ہندوستان نے پچاس سال کے عرصہ میں صنعت وسائنس کے میدان میں زبردست ترقی کی ہے، جاپان تو اپنی صنعتی ترقی کی وجہ سے خود سپر پاور امریکہ کو چیلنج دے رہا ہے، لیکن ہم تمام وسائل کا خود اپنے ہی ملک کے باشندوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں، اس کے بنیادی اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے مصنف نے بتایا ہے کہ اصل میں مستشرقین نے عالم اسلام کو تباہ وبرباد کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کے سہارے استعماری طاقتیں کامیاب رہیں۔ آج سے ایک صدی پہلے ان کا منصوبہ تھا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ وہ انہوں نے خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے پورا کیا، پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو سائنسی، صنعتی میدانوں میں ترقی نہیں کرنے دیں گے، تاکہ وہ ہمیشہ مغربی ملکوں کے دست نگر رہیں

،اسرائیل کے خنجر کو عرب ملکوں کے قلب میں گاڑ کر ہمیشہ ان کی طاقت کو کمزور کرتے رہیں گے، تیسری طرف صحیح آزادی سے ان کو محروم کر کے اپنے تیار کردہ حاکموں کو بطور ڈکٹیٹران پر مسلط کیا جائے گا، دینی بنیادوں پر جماعتوں کے قیام کو روکا جائے گا، ان کے اندر انتشار و اختلاف کو ابھارا جائے گا، ان مقاصد کو استعماری طاقتوں نے کس طرح بروئے کار لانے کی کوشش کی، اس کا اندازہ کمال سے جمال تک اور قذافی سے صدام تک کے ڈکٹیٹرس کی پھیلائی ہوئی تباہی سے ہوتا ہے۔ استعماری طاقتوں نے اگر چہ سیاسی آزادی مسلمان ملکوں کو دے دی لیکن ان کا مجرمانہ کردار نام نہاد مسلم حکمراں ادا کرتے رہے، اس کے نتیجہ میں اسرائیل کا ناسور پیدا ہوا، ہم بیت المقدس سے محروم ہوئے، گولان جیسا بہترین دفاعی قلعہ ہم نے دشمنوں کے حوالہ کر دیا، بلکہ اب تو ہم نے اپنا دفاعی نظام بھی اس کے حوالے کر دیا ہے، اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت کا نظام جو ہمارا آخری محاذ تھا اس کو بھی ہم نے دشمنوں کے قبضے میں دے دیا ہے، یہ سب باتیں اگر چہ دل شکن بلکہ ہمت شکن ہیں، لیکن مصنف اسلامی تاریخ میں پیش آنے والے حوادث سے قرآن مجید کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، یہ تو ہوتا آیا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اس تاریک صورت حال سے مصنف مایوس نہیں، بلکہ پرامید ہیں، سب سے پہلے وہ اس جائزہ میں ترکی کی اسلامی بیداری پر روشنی ڈالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جس ملک کو استعماری طاقتوں نے مرد بیمار کہا تھا اور جس کو کمال نے ٹھکانے لگانے میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی وہ پھر بیدار ہو رہا ہے اور یہ بیداری صرف ترکی تک نہیں، پورے عالم اسلام تک پھیل گئی ہے، یہ بات خوش کن ہے۔ دوسری طرف روس جیسے سپر پاور نے افغان مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی، لیکن اس کے ساتھ ہماری ذمہ داریاں اور تقاضے بھی ہیں، مغرب نے اسلام

اور مسلمانوں کے خلاف جو زبردست پروپیگنڈہ کر رکھا ہے اور مسلسل کر رہا ہے اس کے ازالہ کے لئے ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ مولانا نے چونکہ مشرق ومغرب کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور وہاں کی سیاسی ودینی تحریکات سے ان کی واقفیت بڑی گہری ہے وہ خود ''ندوہ'' جیسی تحریک کے ذمہ دار اور ہندوستانی مسلمانوں کی معتبر تنظیم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سربراہ بھی ہیں، عالم عربی سے گھر کی طرح واقف ہیں، اس لئے وہ اپنی جچی تلی رائے بھی رکھتے ہیں، ان کے نزدیک عالم اسلام کی قیادت کے لئے سیاست وقیادت کے امتزاج کی ضرورت ہے۔ مولانا قرآن مجید اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پچھلے پچاس برسوں میں امت اسلامی نے اپنی نفسیاتی اور انسانی طاقت کا ایک ایسا جزء گنوایا ہے، جو ان کے ماضی کی تاریخ کے تمام ادوار میں ان کے پاس محفوظ رہا تھا، ان کی طاقت کا یہی جزء ان کی عظیم طاقت کی بنیاد اور کلید تھی، جس کے ذریعہ وہ ہر باہری حملہ کا مقابلہ کرتی تھی، اسی طاقت اور فوجی مشن کے مقابلہ میں کوہ گراں ثابت ہوتے تھے، اس لئے اسی گم شدہ طاقت کو پھر سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے آثار پائے جاتے ہیں اور امت کے عروج وزوال کی تاریخ کے مطالعہ پر اس کی پوری توقع کی جانی چاہئے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اعتدال وتوازن اور حقیقت پسندی اور ہر دور میں اسلام کی قیادت کی صلاحیت پر غیر متزلزل یقین ہے، اسکی بنیاد قرآن مجید، سیرت نبوی اور تاریخ کا گہرا مطالعہ ہے، اس میں عالم اسلام اور یورپ وامریکہ کے قریبی مشاہدہ کو بھی بڑا دخل ہے، ان کو یہ موقع مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی معیت میں ملا، اس کتاب میں سیرت کے گہرے مطالعہ کا عکس ہر ہر سطر میں ملے گا، اسی لئے امت مسلمہ کے ہر قضیہ کو انہوں نے دینی واخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا ہے اور اسی کسوٹی پر حوادث کو پرکھنے کی کوشش کی ہے، انسانی دنیا میں صرف مسلمان ہی وہ امت ہے جس کے دین کی خصوصیت احتساب کائنات اور سیادت وقیادت ہے، جب بھی مسلمان اس منصب سے

ہٹے تو پوری انسانیت کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا۔ اور ان کو برابر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ذمہ داری ان کو انجام دینی ہے۔ اللہ تعالی کی مدد کی پوری امید رکھنی چاہئے۔

۱۱ر ستمبر کے بعد پوری دنیا میں جس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے ساتھ مختلف طریقوں سے ان کی معنوی قوت کو کمزور کرنے اور ان کی ہمتوں کو توڑنے کی سر توڑ کوشش کی جا رہی ہے، تاکہ مسلمان اپنے دین و مذہب سے مایوس و متنفر ہو جائیں اور جو غیر مسلم دین اسلام کو قبول کر رہے ہیں، ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں، اس کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ یہ مایوسی دور ہوگی اور نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لئے مستقبل درخشاں اور تاباں نظر آئے گا۔

امید ہے یہ کتاب بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی کا کام دے گی۔

طلبائے ندوہ کا ایک خوبصورت زاویۂ نظر

از: ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل یوپی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شناخت محض ایک تعلیمی ادارہ کی نہیں ہے، اور خدا نہ کرے کہ مستقبل میں اس کی یہ پہچان بنے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اس وقت مدارس کے درمیان گل سر سبد ہے۔ وہ ایک تحریک اور فکری مرکز ہے، اس کے قیام کے ابتدائی تصور میں بھی یہ بات شامل تھی اور الحمدللہ صدیوں کی علمی مسافت طے کرنے کے بعد آج بھی وہ اسی صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ علم کا ایک مخصوص چشمۂ فیض ہے جو دل ونگاہ ونفس کی آبیاری کا فریضہ انجام دے رہا ہے، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی شخصیت، ان کے مزاج اور طرز عمل، ان کی علمی عظمت اور ملک وملت کے تعلق سے بین الاقوامی سطح پر ان کی فکری بلندی نے ندوہ کی تحریک وامتیاز میں چار چاند لگائے اور یہ ادارہ اپنی مقبولیت کے اعتبار سے برصغیر کی فضاؤں سے نکل کر عالمی سطح پر عرب وعجم کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم اس وقت اس کی فکری وراثت کے امین اور ایک جہاندیدہ، مخلص، صاحب بصیرت محافظ کی حیثیت سے علمی اور دینی حلقوں میں محبوب ومقبول ہیں۔ مولانا علی میاںؒ کی شخصیت کا ایک خوبصورت عکس جمیل، ان کے فکری توازن، تواضع اور انکسار ومحبت، رواداری اور مروت، طرز گفتگو کا دل نشیں انداز واظہار اس بات کی علامت ہے کہ وہ مولانا علی میاںؒ اور ندوۃ العلماء کی تحریک ودعوت

دونوں کے بہترین ترجمان اوراس پورے اثاثے کے ذمہ دار ونگہبان ہیں۔

بانیان ندوہ کے اخلاص وللّٰہیت کا یہ فیض ہے کہ جب گردش حالات سے علمی وفکری سرچشمے خشک ہورہے ہیں، معنوی اورروحانی رشتے کمزور ہورہے ہیں، اعتدال وتوازن کی ڈگر کھسک رہی ہے، ذہن سازی اورانداز نظر کا مربوط اور مضبوط نظام فکروعمل کمزور آنے لگا ہے، بکھرتے ٹوٹتے رشتوں کے اس عبرتناک منظرنامے میں ندوہ اب بھی اپنے فکری اثاثے کو سینے سے لگائے ہوئے اس کی حفاظت میں سرگرم ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مولانا علی میاںؒ ہرسال ندوہ میں داخلہ لینے والے نئے طلباءکوخطاب فرماتے تھےاوراپنا دل دردمندان کے سامنے رکھ دیتے تھے۔اس خطاب میں ندوۃ العلماء کی فکرکا بھرپورتعارف، ماضی اورحال کی خوشگواراورتلخ صورت گری کا واضح تصور اورتأثر، تاریخ اورملکی وملی مسائل کا بھرپور اظہاراور مستقبل کے چیلنجوں کا ایسا واضح نقشہ سامنے آتا تھا کہ دل ونظر کے بند دروازے کھل جاتے تھے۔عزم وہمت اور جرأت ایمانی سے حالات پرقابو پانے کے امکانات اور بے حسی، بےفکری اورغیرمربوط طرز زندگی کی بناپر سامنے آنے والے خدشات اوران سے اپنے عزیز طلبا اور پوری ملت کو واقف کرانے اور اپنے جذبات واحساسات سے، گرہ کشائی کی روشن علامت سے ایک نئی فضا تیار کرنے بلکہ شرح صدر کی دولت سے مالا مال کرنے کا ایک ایسا خوبصورت منظر ہوتا تھا کہ جس نے دیکھا اورسنا نہ ہواس کے لئے صحیح اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے اس سلسلے کو جاری رکھا ہے۔درد مندی اوردل سوزی کا وہی انداز، نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کی وہی دل آویز تصویر، تواضع اور توازن، انکساری اورخاکساری کا وہی اعلی معیار، تعلیم کوایک تعمیری تحریک بنائے رکھنے کی وہی تڑپ اورصحت کی کمزوری کے باوجود تیز وتند ہواؤں میں اس چراغ کو روشن رکھنے کی وہی فکر ، وہی اضطراب، اپنی فغان صبح گاہی اوردعائے نیم شبی میں وہی آرزو، وہی تمنا کہ ملت پوری

طرح بیدار ہو جائے، دین و ایمان کی حفاظت کے لئے سچائی اور صداقت کے ساتھ تیار ہو جائے، حالات کی کشمکش سے نبرد آزما ہونے کا نسخۂ کیمیا حاصل کر لے اور ندوہ کے طلباء اپنے کو اسی رنگ میں ڈھال لیں، ندوہ اور تحریک ندوہ کے بہترین ترجمان بن کر اٹھیں، وہ ملک وملت کے مخلص داعی کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا سکیں، وہ اقبال کی زبان میں اس حقیقت کو سمجھ سکیں، بلکہ اس پر عمل کر سکیں کہ امتوں کے مرض کہن کا چارہ صرف یہ ہے کہ دل مردہ کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور اس حقیقت کا ادراک حاصل کیا جائے کہ دل مردہ اپنی معنویت کے اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبا کی انجمن ''الاصلاح'' کی حیثیت ہمیشہ منفرد رہی ہے، یہ ایک فکری کارخانہ ہے جہاں قلب ونظر کا روحانی علاج ہوتا ہے، یہاں ذہن کی تربیت کا ایک خاص نہج اور انداز ہے، یہاں افکار وخیال کو زبان، زبان کو لطافت اور لطافت کو خوشبوئے جاں فزا سے معمور ومعطر کیا جاتا ہے۔ یہاں کی تربیت سے مفکر اور مقرر وجود میں آتے ہیں۔ ''الاصلاح'' کا یہ امتیاز آج بھی قائم ہے اور خدا کرے اس کی یہی شناخت ہمیشہ باقی رہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاںؒ کی عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔ ''میں بھی حاضر تھا وہاں'' رخصت کرتے وقت مولانا رابع صاحب نے کہا کہ اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو حضرت کچھ خطاب فرما دیتے۔ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے فرمایا جو بات خطاب میں کہی جاتی وہ ایک جملے میں کہہ دیتا ہوں اور پھر بڑے درد وکرب سے فرمایا کہ ''مدارس میں پہلے ''طالب علم وعمل'' کہا جاتا تھا، اب صرف ''طالب علم'' کہا جاتا ہے''۔ اس بلیغ جملے کا رمز کوئی رمز شناس ہی سمجھ سکتا ہے۔ ابھی چند روز قبل حضرت مولانا ابرار الحقؒ کے خلیفہ اور خود ایک روحانی شخصیت کے مالک، کئی بزرگوں کے کمالات کا مجموعہ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ کے انتقال پر ملال کے موقع پر ندوہ کی

مسجد میں نماز مغرب کے بعد مولانا سید محمد رابع صاحب نے اپنے دردمندانہ اور پرزور خطاب میں طلبائے ندوہ کو اسی نکتہ پر متوجہ فرمایا اور ان کے سامنے علم وعمل کے امتزاج، اس کی ضرورت اور افادیت پر زور دیا۔ ایک اشارۂ غیبی تھا کہ مولانا ابرارالحق صاحبؒ سے جو گزارش مولانا رابع حسنی صاحب نے کی تھی وہ اسی حلقے کی ایک عظیم شخصیت کے اٹھ جانے کے موقع پر خود ان کی زبان سے ان کے بیان میں ظاہر ہورہی تھی۔ نسبتوں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ بزرگوں کا یہ روحانی لاسلکی نظام بھی کیسے کیسے جوہر دکھاتا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ میں اس وقت بھی حاضر تھا جب مولانا رابع صاحب، مولانا ابرارالحق صاحبؒ سے گزارش کررہے تھے اور بحمداللہ اس وقت بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی جب خود مولانا رابع حسنی صاحب کی زبان مبارک سے ''طالب علم'' اور ''طالب علم وعمل'' کا فرق وامتیاز واضح ہورہا تھا اور پورا مجمع گوش برآواز تھا۔ تحریک ندوہ کا یہی پیغام اور دعوت کا یہی انداز ہے جس نے ندوہ کو ایک جداگانہ حیثیت عطا کی ہے، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اس وقت اس کشتی کے جرأت مند ناخدا اور اس قافلہ کی تربیت وتزئین کے نگہبان اور ''تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست'' کے نعرۂ مستانہ کے حدی خواں ہیں۔ وہ اساتذہ اور طلبا دونوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ وہ دینی تعلیمی کونسل کے صدر محترم ہیں، مولانا علی میاں ندویؒ کے بعد یہ نسبت برقرار ہے۔ مجھے اس کے خادم کی حیثیت سے ان کی علمی اور دینی بارگاہ میں حاضری کی سعادت میسر آتی رہتی ہے۔ اور ہر موقع پر انہیں دیکھ کر حضرت مولانا علی میاںؒ کی یاد آتی رہتی ہے۔ شفقت ومحبت کی جو دولت مجھے پہلے میسر تھی وہ آج بھی مجھے حاصل ہے اور دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ مولانا رابع صاحب مدظلہ العالی کا سایہ تادیر سلامت رہے اور ملت ان سے استفادہ کرتی رہے۔ دھوپ تیز ہے اور سائے کم ہیں۔ مولانا کی شخصیت اس وقت ابر گہربار کی ہے، یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ندوہ میں ''الاصلاح'' کے طلبا کا ذہن بھی یہی ہے۔ ''مولانا سید محمد

رابع حسنی ندوی شخصیت وخدمات'' کے موضوع پر جو تحریری مقابلہ ہوا(۱) وہ فکری اعتبار سے ایک مثبت ذہن اور کشادہ نظری کی روشن مثال ہے۔ چند بہت اچھے مقالات جو انعام کے بھی مستحق قرار دیئے گئے، وہ شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ ایک اچھی روایت ہے، مولانا کے پیغام، تحریر وتقریر اور شب وروز کے علمی اور دینی معمولات کی روشنی میں ایک درویش صفت انسان کی سیرت وشخصیت کو سمجھنے اور اپنے آپ کو اسی انداز میں ڈھالنے کا حوصلہ پروان چڑھے گا۔ انعام کے لئے طلبا کا انتخاب ایک رسمی مسئلہ ہے، انعام تو اصل یہ ہے جو ندوہ کے تمام طلبا کو منجانب اللہ میسر ہے کہ وہ اس روحانی مرکز میں مولانا رابع صاحب دامت برکاتہم کے دور نظامت میں زیر تعلیم ہیں اور انہیں اس کا موقع حاصل ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ میں طلبائے محترم کو اس کے لئے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہیں مادیت کے طوفان جدید میں قدرت نے محفوظ فرمایا ہے اور وہ ایسے مرکز روحانی میں آگئے ہیں، جہاں دین اور دنیا دونوں کی فلاح کا سامان پوری طرح فراہم ہے یہاں کے در ودیوار کو اگر طاقت گویائی عطا کر دی جائے تو مجھے یقین ہے کہ چارسو یہی آواز گونجے گی۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

میں ''الاصلاح'' کے طلبائے محترم اور بعض اساتذہ گرامی کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے بھی اس بزم میں جگہ عنایت کی اور مجھے اس قابل سمجھا کہ میں بھی کچھ عرض کر سکوں۔ بزرگوں کی صفیں اللہ کے حضور میں آراستہ ہوں گی تو ان کے قدموں سے لپٹا ہوا یہ گنہگار بھی ممکن ہے، اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود اسی نسبت سے بخش دیا جائے۔

زیر نظر مجموعہ کئی معنوں میں بہت اہم ہے، اس کو نہ صرف پڑھنے، بلکہ پوری طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جن طلباء کے مقالات شامل اشاعت ہیں وہ خاص طور پر اس موضوع کو اپنے لئے زندگی کے سفر میں چراغ راہ بنا سکتے ہیں، میں ان کی خدمت میں بڑی

محبت سے اقبالؔ کا یہ پیغام پیش کرتا ہوں۔ یہ ان کے لئے بہترین زادسفر ہے:

زندگی کی قوت پنہاں کو کردے آشکار
تا یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے

دعاؤں کا محتاج
ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

(۲۸/۲/۲۰۱۲ء)

(۱) رجب ۱۴۳۲ھ مطابق جولائی ۲۰۱۱ء کو مرکزی جمعیۃ الاصلاح کے شعبۂ مقالہ نویسی (بزم سلیمانی) کے زیر انتظام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی: شخصیت اور خدمات کے عنوان پر طلباء کے طبقۂ سفلی میں انعامی مقابلہ ہوا۔ طلباء کی ہمت افزائی، وقعت اور اہمیت کے پیش نظر آئندہ صفحات میں منتخب مقالے شائع کئے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین (مرتب)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
شخصیت اور خدمات

از- احسن ایوبی ☆

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت مولانا کا ایک جامع تعارف:-

خادم علم وادب اپنی سوچوں کو تین اشاروں میں برتنے کی اجازت چاہتا ہے۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی ایک شخص نہیں شخصیت ہے، فرد نہیں انجمن ہے، نام نہیں تحریک ہے۔عموماً شخص کا دائرہ مختصر ہوتا ہے، لیکن شخصیت دوسروں کے لئے شمع حیات بن جاتی ہے، فرد اپنی ذات تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے، لیکن انجمن ہمہ جہت کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہے، نام صرف مٹھی میں سمٹ کر رہ جاتا ہے لیکن تحریک دوسروں کے لئے آگے بڑھنے کا جذبہ اور حوصلہ بخشتی ہے۔

شخصی حالات:-

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؔ نے تکیہ کلاں رائے بریلی میں ۱۹۲۹ء میں زندگی کی دہلیز پر پہلا قدم رکھا۔ والد ماجد رشید احمد حسنی گلشن علم اللہی کے وہ لعل بدخشاں تھے جن پر نسبی اور خاندانی شرافتیں مدتوں سے سایہ فگن تھیں اور ان نسبتوں کو انہوں نے

ہر سمت سے زندہ رکھا۔ حضرت مولانا رابع حسنی ندوی نے اپنے وقت کے ماہرین علم سے اکتساب فیض کیا اور ہر خوان علم سے خوب خوشہ چینی کی۔ آپ نے مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کو دیکھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے مواعظ وتبلیغ سے استفادہ کیا۔ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں متعدد بار حاضر ہوئے لیکن خاص طور پر حضرت مولانا علی میاںؒ نے آپ کی زندگی پر جو گہرا اثر ڈالا ہے اس کے تذکرہ کے لئے یہ مقالہ تو کیا کئی تصانیف ناکافی ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت کی تکمیل کی اور اسی سال مادر علمی میں عربی ادب کے استاذ کی حیثیت سے مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں حجاز مقدس کا سفر اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور اپنے خال معظم ومربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ساتھ کیا، جہاں امام حرم مکی شیخ عبدالمہیمن مصری اور دوسرے علماء سے استفادہ بھی کیا۔

شخصیت کے عناصر ترکیبی:۔

خاندانی ماحول، تعلیم وتربیت، تزکیہ اور روحانیت، یہ وہ عناصر ہیں جنہوں نے آپ کی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا، جس کا نتیجہ ہے کہ جامعیت، بلندئ فکرو خیال، سوز ودرد، کشش اور جاذبیت کی آپ سچی تصویر ہیں۔ آپ کا خمیر محض للّٰہیت سے اٹھا ہے اور آپ کی رگ رگ میں صرف اسلام کی بقا اور تحفظ کا کرب ودرد ساری رہتا ہے۔

ہشت پہل شخصیت:۔

آپ بلند مرتبہ انسان ہیں، اخلاق وعمل کی پاکیزگی سے آپ کی زندگی کی صبح وشام روشن ہیں، ایک واعظ، ایک مفکر، ایک ادیب، ایک محقق، ایک نقاد، ایک منتظم ہر جہت میں آپ کی فکری اور فطری صلاحیتوں کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے یقیناً علامہ اقبالؔ کے اس مصرعہ کو تعبیر بخشی ہے۔

ع   عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

یہاں پر اس بات کا بھی ذکر کرتا چلوں کہ ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب (آکسفورڈ لندن) نے حضرت والا کے سلسلۂ اسانید کو بغية المتابع لأسانيد الشيخ محمد الرابع الحسنی نامی کتاب میں جمع کیا ہے، جو دمشق سے شائع ہوئی ہے۔

تعلیمی وادبی خدمات:-

۱۹۵۲ء میں آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ادیب دوم مقرر ہوئے، ۱۹۵۵ء میں صدر شعبۂ عربی ادب کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۹۳ء میں اہتمام کے منصب جلیل کو وقار بخشا، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ جب راہیٔ ملک بقا ہوئے، تو ۲۰۰۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی نظامت کی اہم ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی۔ اور آپ اس شان اور وقار کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں کہ نہ صرف ماضی کی روایتیں زندہ ہوئیں بلکہ فکر وفن اور عمل وجہد کے نئے چراغ بھی روشن ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۹ء میں پندرہ روزہ 'الــرائــد' کا اجراء بھی آپ کا ایک سنہرا ادبی کارنامہ ہے جو اپنے قیمتی مقالات و مضامین کے ذریعہ اہل علم کے ذوق کو جلا بخشتا ہے۔ یقیناً ساٹھ سال سے آپ کا قلم ادب وصحافت اور فکر وتحقیق کے میناروں کا وقار اور حسن ہے۔

تصنیفی خدمات:-

مبدأ فیاض نے حضرت والا کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ ہر میدان میں آپ کے اشہب قلم نے گل کاریاں کی ہیں۔ واقعات کی سچی تصویریں بنانے اور گونگے صفحات کو گویائی بخشنے کا فن آپ کو آتا ہے۔ بقول شاعر:

دہر میں مجروحؔ کوئی جاوداں مضموں کہاں
میں جسے چھوتا گیا وہ جاوداں بنتا گیا

آپ کی عربی اور اردو تصانیف کی مجموعی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔ 'فــــی

ظلال السیرۃ‘ ،نقوش سیرت‘اور’رہبرانسانیت‘ جیسی کتابوں میں اگرآپ نے پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی دعوت دی ہے تو ’حالات حاضرہ اور مسلمان‘ ’عالم اسلام اور سامراجی نظام‘ جیسی تصانیف کے ذریعہ امت وسط کو اس کا صحیح مقام یاد دلایا ہے۔’سمرقند و بخارا کی بازیافت‘ ’جزیرۃ العرب‘ اور ’مقامات مقدسہ‘ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپ نے تاریخ کی بھول بھلیوں کی بھی کامیاب سیر کی ہے۔’سماج کی تعلیم وتربیت‘ ’مسلمان اور تعلیم‘ کے ذریعہ اصول تعلیم کی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر بھی آپ نے کامیاب سفر طے کیا ہے۔ ’الأدب الاسلامی وصلته بالحیاۃ‘ میں ادب کا اسلام اور زندگی سے رشتہ بتایا گیا ہے اور یہ نکتہ پیش کیا گیا ہے کہ ادب اسلامی ہی وہ ادب ہے جو بے ادبوں کو ادب سکھانے کے ساتھ ساتھ ادب والوں کو بھی ادب سکھاتا ہے۔’مولانا ابوالحسن علی ندوی عہد ساز شخصیت‘ کی تالیف کے ذریعہ آپ نے ماضی کی آغوش میں سوئی ہوئی داستان کو آب حیات دیا اور گذرے ہوئے وقت کے بہت سے ان واقعات کو زبان دی جو صرف آپ کے علم میں تھیں اور جن کے آپ تنہا گواہ تھے۔

واضح رہے کہ ۱۹۸۱ء میں حضرت والا کو عربی ادب کی خدمات کے عوض صدر جمہوریہ ایوارڈ سے بھی نوازا جا چکا ہے۔

ملی وسماجی خدمات:

۲۰۰۳ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کے وجود سے جب ملت اسلامیہ محروم ہوگئی تو بیک وقت پورے ہندوستان کی نگاہیں آپ پر آکر ٹک گئیں اور یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ اپنی نام کی مناسبت سے بورڈ کے ’صدر رابع‘ منتخب ہوئے۔ آپ کو خداوند قدوس نے جو اعلیٰ علمی ،فکری اور انتظامی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کسی دوسری جگہ ان کا وجود خال خال ہی نظر آتا ہے۔مولانا خالد سیف اللہ

رحمانی صاحب فرماتے ہیں: ''مجھے مولانا کا جو وصف سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے کہ وہ ان کے اندر پایا جانے والا سمندر کا سا سکوت، زمین کا سا بچھاؤ اور جھکاؤ ہے۔ اس وقت ملت اسلامیہ جن مسائل سے دوچار ہے، ان کے حل کے لئے ایسی ہی قیادت مطلوب ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کی زبان میں قوال سے زیادہ فعال ہو اور جوش سے زیادہ ہوش سے کام لیتی ہو'' (مسلم پرسنل لاء بورڈ کام اور پیام، ص ۶، مرتب الیاس ہاشمی)

عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے نائب صدر، دینی تعلیمی کونسل کے صدر، آکسفورڈ سینٹر آف اسلامک اسٹڈیز (برطانیہ) اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رکن، بے شمار اداروں اور انگنت تنظیموں کے سرپرست حضرت مولانا اس وقت اپنی عمر کی ۸۲/ویں بہار دیکھ رہے ہیں، لیکن ملت کی مسیحائی کے لئے ہمیشہ پابہ رکاب رہتے ہیں۔ ابھی لکھنؤ میں ابھی لکھنؤ سے باہر، ابھی ملک میں اور تھوڑے دنوں میں کسی غیر ملک میں اسلامی، فقہی کانفرنس میں شرکت، ابھی مہمانوں کے ہجوم میں موجود تو کچھ دیر بعد ندوہ کے انتظامی امور میں مصروف۔ ۱۹۲۹ء کو اس عالم آب وگل میں وجود پذیر ہوئے، اس وقت سے لے کر آج تک ان کی حیات قابل رشک اور ان کی زندگی کے بے شمار پہلو بلکہ ہفت رنگ پہلو کہئے ہر شخص کے لئے نمونہ ہیں۔ سلطان افلاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ پوری صحت مندی کے ساتھ آپ کے علم و فضل اور فکر و نظر کی قندیلیں روشن رہیں۔ (آمین)

اخیر میں اپنی بات اس شعر سے مکمل کرتا ہوں کہ

جمال یار کی رنگینیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

☆ahsanayyubi@gmail.com

(۲)

قابل رشک شخصیت

محمد خبیب ☆

مدتوں کعبہ و بت خانوں میں روتی ہے حیات
تب کہیں جاوداں اٹھتا ہے بزم عشق سے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا تعلق اس خانوادہ اور اس گھرانے سے ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ ''اگر یہ خانوادہ اور تحریک سید احمد شہیدؒ نہ ہوتی تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے''، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ابن سید رشید احمد حسنی ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو تکیہ کلاں رائے بریلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی اردو عربی اور دینیات کی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر ندوۃ العلماء سے ۱۹۴۸ء میں سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد ایک سال دارالعلوم دیوبند میں گذرا، وہاں فقہ، تفسیر، حدیث اور بعض فنون کی ایک ایک کتاب پڑھی، تعلیم کے سلسلہ میں چند روز مظاہر علوم سہارنپور میں رہنا ہوا، اعلیٰ تعلیم کے لئے حجاز کا سفر بھی کیا، عربی زبان وادب میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے خصوصی طور پر استفادہ کیا، اس کے علاوہ مولانا نے اپنے عصر کے چوٹی کے علماء ومشائخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ، عارف باللہ مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی اور حضرت مولانا ابرار الحق حقیؒ سے بھی کسب فیض کیا، جس سے فکر میں آفاقیت پیدا ہوئی۔ اور مولانا کی ذات میں علم وعرفان کی ایک وسیع دنیا آباد ہوئی۔

شخصیت:-

حضرت مولانا دامت برکاتہم ہمہ جہت شخصیت کے حامل ہیں، جن میں علم وعمل کا توازن، فکر وفن کا رچاؤ، تقریر وتحریر کی خوبی، دین وادب کی لذت، روحانیت و سیاست کے اقدار عالیہ خوبصورتی کے ساتھ جمع ہیں، جو قدیم صالح اور جدید نافع کا سنگم، جس کی روح پاکیزگی ولطافت سے بھری، جس کا ضمیر وحدت کے نور سے روشن، جس کی فکر اوج ثریا کا سراغ لگاتی، جس کا دل ملت اسلامیہ کی رفعت وعظمت کے لئے بے چین و بے قرار، جس کے جذبۂ شوق میں، حمیت وہمدردی میں، صداقت واخلاص میں، صبر واستقلال میں، متانت واستدلال میں، سمندر کی گہرائی وگیرائی۔ واقعی ایسی ہستی فیضان سماوی کی رحمت ہے، یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اسی گوہر نایاب کے سایۂ عاطفت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

تدریسی ، تصنیفی و دعوتی خدمات:

مولانا کی مصروف زندگی کا روشن پہلو آپ کی تصنیفی، تدریسی، ودعوتی خدمات ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۱ء تک ادیب دوم کی حیثیت سے اس کے بعد ۵۲ سال تک ادیب اول کی حیثیت سے مسند درس کو وقار بخشا، اہتمام کی ذمہ داری بھی سنبھالی، اور زمانۂ اہتمام کامیابی کے ساتھ گذرا، پھر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے انتقال کے بعد سے تاحال نظامت کے منصب پر فائز ہیں۔

علمی خدمات کی اگر بات کی جائے تو مولانا نے "الأدب العربي بين عرض و نقد" تالیف فرمائی، جو تحقیق کی ایک روشن مثال ہے، عربی ادب کی تاریخ و تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں پہلی کوشش ہے، اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ "منثورات من أدب العرب" میں مصنف نے ان

زندہ اور حسین اقتباسات کا انتخاب کیا ہے، جو زبان کے محاسن اور کلام کی بلاغت کے ساتھ، دینی واخلاقی تربیت کا کام بھی انجام دیتے ہیں، نثر قدیم کے ساتھ نظم قدیم کے نمونے بھی شامل ہیں، ''جزیرۃ العرب'' تحریر فرما کر آپ نے اس مقدس شہر اور روحانی مرکز سے واقف کرایا، جس کے بارے میں خود مفکر اسلامؒ کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں ''ایک مسلمان کا ذہنی اور طبعی تقاضہ، اور دینی واسلامی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اس وسیع شہر اور گھر سے واقف ہو، اس میں بسنے والے انسانوں کے عادات واطوار اور ان ممالک کی طبعی خصوصیات سے واقف ہو۔ اس طور پر ۵۲ سال سے زائد مدت تک تاریخ عرب اور جغرافیہ کے مطالعہ کے بعد آپ نے ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائی جسے ہم ''رہبر انسانیت'' کے نام سے جانتے ہیں، کیونکہ سیرت طیبہ پر لکھنے کے لئے عربوں کے مزاج، قومی خصوصیات اور ماحول سے گہری واقفیت ضروری ہے، مولانا واضح رشید ندوی دامت برکاتہم کتاب کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''کتاب کی زبان سلیس، عام فہم، اور استدلال بھی علمی، وتحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہے، اس میں معاندین ومخالفین کے ذہن کو سامنے رکھا گیا ہے، اس کتاب کے ذریعہ مولانا نے مسلمانوں کو تعلیمات نبوی کے اپنانے اور سیرت رسول کو ماڈل بنانے کی دعوت دی، ''امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت'' لکھ کر امت کو اس کے مقام ومرتبہ سے واقف کرایا ''حالات حاضرہ اور مسلمان'' کے ذریعہ مسلمانوں کے سیاسی اور اخلاقی کوائف کا تاریخی جائزہ لیا تو وہیں ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ایک عہد ساز شخصیت'' کے ذریعہ اپنے ماموں جان کی سرگذشت حیات کے بہت سے گوشے روشن کئے، اور ان کی زندگی کو قابل تقلید بنایا، الغرض مولانا نے تقریباً ۱۸ اردو اور اتنی ہی عربی کتابیں تصنیف فرمائیں جو آنیوالی نسلوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔

مولانا محترم مسلمانوں کی سیکڑوں دینی وفلاحی انجمنوں کی سرپرستی بھی فرمارہے ہیں، آپ ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ، دیوبند کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن ہیں، مسلمانوں کے شرعی مسائل کی دیکھ بھال کے لئے مسلمانوں کے متحدہ پلیٹ فارم آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت قبول فرما کر اس میں پوری طرح منہمک اور تگ وتاز میں وقت کا بڑا حصہ اس کے لئے مصروف رکھتے ہیں، وہیں دوسری طرف رابطۂ عالم اسلامی کے ذریعہ ادب اسلامی کو فروغ دے رہے ہیں، دینی تعلیمی کونسل کو آپ کی سرپرستی حاصل ہے، اور یہ رفاہی کارواں آپ کے ارشادات وہدایات پر منزل کی طرف گامزن ہے۔

الغرض مولانا محترم کی مصروف ترین زندگی ہمارے لئے باعث رشک ہے اور اس دورقحط الرجال میں ان کی ذات ہمارے لئے ایک نعمت ہے، بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس نعمت کا سلسلہ تادیر قائم ودائم رہے۔ (آمین)

☆khubaibnadvi@gmail.com

(۳)

تاریخ ساز شخصیت

حسن خان☆

اس کم مائیگی اور کوتاہ بینی کے ساتھ حضرت مولانا کی شخصیت پر کچھ کہنا اور خامہ فرسائی کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے جیسا ہے اور اگر غالبؔ کی زبانی کہوں تو ؎

خامہ انگشت بہ دنداں کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہئے

باوجود اس کے کہ ؎

اٹھتی نہیں نگاہ مگر اس کے روبرو
نادیدہ اک نگاہ کئے جارہا ہوں میں

لہٰذا! سب سے پہلے اس تاریخ ساز گھرانے کے پس منظر میں اپنی گفتگو کا آغاز کروں گا جس میں آپ کی نشو ونما اور سیرت وکردار کی تعمیر وتشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا محمد رابع بن رشید احمد بن خلیل احمد حسنی نے ۱۹۲۹ء میں ہندوستان کے معزز سادات کے گھرانے میں آنکھیں کھولیں، یہ وہ گھرانہ ہے جس کو حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی داستان عزیمت وراثت میں ملی ہے۔ جو آج بھی اپنی زبان، اپنے نسب، اپنے عقیدہ نیز سادات ہاشمی کی تمام خصوصیات کے ساتھ باقی ہے۔ جس کے امتیازات کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی اپنے مکتوب میں بیان فرمایا ہے۔

تعلیم و تربیت

اس مبارک گھرانے میں آپ شعور کی منزل سے آشنا ہوتے ہیں، جو صلحاء، ائمہ

مجتہدین اور مجاہدین سے معزز و ممتاز ہوا۔ جو دور عالمگیری ۱۱۱۸ھ سے لے کر آج تک اس تختی براعظم میں دعوت و ارشاد کی اہم ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہا ہے۔

خاندان کی ان صالح اور قابل قدر روایات نے آپ کی شخصیت، ذہنیت اور صلاحیت کے بنانے میں بہت ہی مؤثر کردار ادا کیا۔ بالخصوص آپ نے صدی کی عظیم شخصیت، شیخ العرب والعجم، آفتاب علم و عرفان حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نگہداشت اور سرپرستی میں علم و صلاح کی انتہائی بلند و بالا اور قابل رشک منازل طے کیں۔ آپ کی علمیت میں خاندانی شرافت، اودھ کی تہذیبی حلاوت، تاریخ و ادب کی حرارت اور ندوہ کی صدا ''جدید نافع و قدیم صالح'' کا ایسا زبردست اثر ہے کہ آپ عام سطح سے بہت بلند ہو گئے ہیں، ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت کی تکمیل کے بعد جہاں کچھ مدت آپ نے دیوبند میں گزاری وہیں آپ کی نیک بختی و کامرانی یہ رہی کہ آپ کو وقت کے عظیم اساتذہ اور کبار علماء سے استفادہ کا شرف بھی حاصل ہوا، جن میں نمایاں ترین حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ کے نام نامی ہیں۔ مگر خاص کر آپ حضرت مولانا علی میاںؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ جس کے متعلق ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ فرماتے ہیں ''مولانا رابع حسنی نے مولاناؒ کے نظریہ تعلیم کو نہ صرف سمجھا بلکہ اس کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے، وہ خود ایسی آنکھ بن گئے ہیں جس سے مولانا دیکھا کرتے تھے''۔

خدمات:

اس وقت آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں نظامت کے منصب جلیل پر فائز ہیں اور ہندوستان کی باوقار اور شہرت یافتہ تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے صدر ہونے کے ساتھ ساتھ ہند و بیرون ہند میں مختلف کمیٹیوں اور اسلامی اداروں کے سرپرست اور ذمہ دار ہیں۔ درحقیقت آپ کی دینی، ملی اور علمی خدمات آفاق گیر ہیں جسے

صفحہ دو صفحہ میں بیان کرنا سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کے مرادف ہے۔ اس لئے یہاں پروفیسر وصی احمد صدیقی کا تحریر کردہ ایک اقتباس نقل کرنا بہت مناسب ہوگا۔ ''آپ حضرت مولانا علی میاںؒ کی یادگار ہیں اور جو قدر و قیمت حضرت مولاناؒ کی اپنی زندگی میں ہوئی وہی مولانا محمد رابع ندوی کی بھی ہوئی''۔ اسی طرح مجلس نظامت ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ ۲۶ / رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ) میں اتفاق رائے سے منظور ہونے والی تجاویز کے سلسلے میں ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا محمد حمزہ حسنی ''تعمیر حیات'' میں لکھتے ہیں ''حضرت مرحومؒ کے رنج وراحت کے شریک اور ندوۃ العلماء کی روایات سے واقف ہیں۔ ندوہ سے تعلق رکھنے والوں سے متعارف اور ان کا اعتماد رکھنے والی شخصیت کے مالک ہیں اس لئے تجویز پیش کی جاتی ہے کہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو ناظم ندوۃ العلماء کا منصب سپرد کیا جائے اور ہم دعا کریں کہ وہ قافلہ سالار بن کر خیر خلف لخیر سلف ہوں'' دنیا نے بادشاہوں اور حاکموں کے جانشینوں کو دیکھا مگر تاریخ عالم نے علم وارشاد اور فقر وغنی کی مسند جلیلہ پر کسی باکمال جانشین کو بیٹھتے کم ہی دیکھا ہے، اور آپ ایک لائق و فائق خلیفہ کی حیثیت سے ان تمام ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں جن پر حضرت مولاناؒ نے اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کی تھیں۔

مومنانہ فراست:

''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ اس کا صحیح مصداق حضرت کا ٹوکیو میں پڑھا جانے والا وہ مقالہ ہے جسے ۲۵ / جون ۲۰۰۰ء کے تعمیر حیات نے اپنے شمارے میں پیش کیا ہے جس کا یہ اقتباس باعث عبرت ونصیحت ہے اور مومنانہ فراست کی جیتی جاگتی مثال ہے ''جاپان اپنی صنعتی ترقی کی انتہا کو پہنچ چکا ہے لیکن روحانی افلاس کا شکار ہے، اس خلا کو صرف اسلام ہی پر کرسکتا ہے''۔

غور کرنے کا مقام ہے آج سے دس گیارہ سال پہلے جب مولانا نے یہ مقالہ

جاپان میں پیش کیا تھا تو کون کہہ سکتا تھا کہ صنعتی، مادی اور سائنسی ترقی کے میدان کا یہ بے تاج بادشاہ ۲۰۱۱ء کے ہلاکت خیز طوفان میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا اور اس کی ساری ٹکنالوجی دھری کی دھری رہ جائے گی، مگر ایک مومن کی دور بیں نگاہیں مستقبل کے تاریک پردے کو چیرتی ہوئیں دنیا کو انجام سے باخبر کر رہی تھیں مگر ''فان الذکری تنفع المؤمنین'' ایک اٹل حقیقت ہے، بھلا اپنی سائنسی ترقیوں پر اترانے والے دہریئے نصیحتوں پر کیوں کان دھرتے جب تک کہ ''فأرسلنا علیھم سیل العرم'' کا خدائی عمل دہرا نہ دیا جاتا۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تصنیفات:

حضرت مولانا ایک مقبول خاص و عام کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ آپ کے قلم کی دھاک علمی حلقوں پر بیٹھی ہوئی ہے، تاریخ و ادب، سیرت و سوانح، تحقیق و تنقید اور جغرافیہ غرض کونسا ایسا شعبہ ہے جن میں حضرت مولانا نے اپنے نقش قدم نہ چھوڑے ہوں اور آپ کی انفرادیت کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ ساتھ ہی طرز انشاء بھی اتنا خوب ہے کہ پروفیسر وصی احمد صدیقی فرط شوق میں فرماتے ہیں: ''مولانا رابع صاحب کا جو طرز انشاء ہے اس نے مضمون کو جاذب نظر بنا دیا ہے، دماغ اور دل دونوں کی راحت کا باعث ہوتا ہے۔ آپ کے مضامین پر میرؔ کا یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے ؎

جس جائے سراپا پر نظر پڑتی ہے اس کے
آتا ہے مرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

حضرت مولانا اس وقت عمر کی ۸۲ منزل طے کر چکے ہیں، اور مستقل ان کی علمی

عظمتوں اور رفعتوں کے چراغ روشن ہیں، جن سے پوری امت اکتساب نور کر رہی ہے۔خدا کرے یہ سلسلہ یونہی دراز رہے،اور وہ عمر کی بے شمار منزلیں طے کریں (آمین)

ہم نقش جاوداں ہیں دنیا سنوار دیں گے
تعمیر کی ضمانت ہے زندگی ہماری

☆khanhasan53@gmail.com

(۴)

علم وعمل کی جامع ہستی

محمد دانش اقبال☆

ندوۃ العلماء کو روز اول ہی سے ایسے مردان کار ملتے رہے جنہوں نے برصغیر کی دینی و دعوتی اور علمی وفکری تحریکوں پر اپنے فکری اثرات اور اپنی نیک نامی کے نقوش چھوڑے، اس ادارے نے متعدد ایسے عالم پیدا کئے، جنہوں نے علم دین کو فروغ دیا اور ملک کے اندر بھی اپنے ہم عصروں میں ممتاز رہے، جن کی تعداد الحمد للہ بہت ہے، اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی شخصیت ہے جن کی مقبولیت ہندوستان سے لے کر عالم اسلام تک پھیلی ہوئی ہے۔

ایک جامع شخصیت:-

حضرت مولانا کی شخصیت ایک حسین گلدستہ ہے، علم وعمل کے پیکر ہیں، اخلاص وللّٰہیت کے خوگر ہیں، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سالار ہیں، اسلاف کی یادگار ہیں، ملت اسلامیہ کے رمز شناس ہیں، علاوہ ازیں زہد وتقویٰ، ہمدردی وغمگساری، ایثار وقربانی، شفقت ومحبت، امت کی فکر جیسے اوصاف وصفات رکھتے ہیں۔ اسی طرح اہل دل کے دنوں کی تپش اور شبوں کا گداز، شعر وادب کے قلم ساز، اہل فکر وعمل کا ذوق جستجو، مجاہدین کی روح عمل یہ سب کچھ آپ کی ذات میں اس طرح جمع ہوگیا ہے کہ آپ کی شخصیت سب سے ممتاز ومنفرد نظر آتی ہے۔ آپ میں جامعیت بھی ہے اور اعتدال بھی، جمال بھی ہے اور کمال بھی، گویا اس شعر کے مصداق کہ......

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کی رفیق

ولادت و ابتدائی تعلیم:

(شجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها فى السماء)۔

آپ کی پیدائش ۱۹۲۹ء میں تکیہ کلاں رائے بریلی کے ایک دینی وعلمی خاندان میں ہوئی، آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سید رشید احمد حسنی ہے، والدہ محترمہ حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی ہمشیرہ ہیں، یعنی مولانا آپ کے خال معظم ہیں۔ آپ کی شخصیت کو نکھارنے میں گھر کے ماحول کا کلیدی رول رہا ہے، جس گھرانہ میں آپ کی پرورش ہوئی وہ صرف یہی نہیں کہ ایک دیندار گھرانہ رہا ہے، جہاں صوم وصلوۃ کی پابندی اور شعائر اسلام کا احترام کیا جاتا ہے، بلکہ آپ کا گھرانہ دین کی سربلندی کی تڑپ رکھنے میں پیش پیش رہا ہے، اس خاندان کو حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی داستان عزیمت وراثت میں ملی تھی، جہاں بچے کو لوریاں دے کر سلانے والی خادمہ ''سوجا میرے لال'' کی جگہ اس طرح کی شعر سنا کر بچے کو سلایا کرتی تھی۔

الٰہی ہو مجھ کو شہادت نصیب
یہ بہتر سے بہتر عبادت نصیب

یقیناً اس خاندان کے دینی ماحول کی جھلک آپ کی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے، کیونکہ شخصیت صرف ایک عنصر نہیں بلکہ مختلف عناصر سے تیار ہوتی ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں رہ کر ہی حاصل کی، اس کے بعد لکھنؤ کا رخت سفر باندھا، اور مفکر اسلامؒ اور خال معظم ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ سے خوب استفادہ کیا، پھر ندوۃ العلماء تشریف لائے اور یہاں رہ کر آپ نے بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا، اس طرح آپ نے ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی اور مزید علمی استفادہ کے لئے ۱۹۵۱ء میں مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ساتھ حجاز میں قیام کیا،

جستجو ہو تو سفر ختم کہاں ہوتا ہے
یوں تو ہر موڑ پہ منزل کا گماں ہوتا ہے

تدریسی خدمات اور دیگر ذمہ داریاں:

(ولله الفضل يوتيه من يشاء)

تجھ سے ہوا ہے آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز

حجاز سے واپسی پر آپ ۱۹۵۲ء میں ندوۃ العلماء کے ادیب دوم مقرر ہوئے، اور ۱۹۵۵ء میں صدر شعبۂ عربی ادب اور ۱۹۷۰ء میں عمید کلیۃ اللغہ مقرر کئے گئے، آپ نے عربی زبان وادب کی خدمت، نیز امت مسلمہ میں نئی روح اور نیا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ۱۹۵۹ء میں پندرہ روزہ جریدہ ''الرائد'' نکالنا شروع کیا، زبان وادب کی انہیں خدمات کے نتیجہ میں ۱۹۸۱ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ سے سرفراز کئے گئے، پھر کچھ عرصے کے بعد ۱۹۹۳ء میں دار العلوم کے منصب اہتمام پر فائز کئے گئے اور سات سال اس اہم ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد ۲۰۰۰ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے حادثۂ جانکاہ کے بعد ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے اور الحمد للہ جس فریضہ کو انجام دیتے ہوئے تاحال باقی ہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

بہرحال ان تمام ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہوئے دیگر اور بھی کئی علمی، ادبی، تعلیمی و دعوتی اداروں کے سربراہ ہیں، جن میں ہندوستان کی باوقار شہرت یافتہ تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے صدر، دارعرفات اکیڈمی کے صدر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے صدر، رکن دار المصنفین اعظم گڑھ، سرپرست اعلیٰ ''تعمیر حیات'' ''پیام عرفات''، ''تعمیر افکار''، مدیر اعلیٰ ''کاروان ادب اسلامی'' لکھنؤ۔ اس کے علاوہ بیرونی ممالک کے اداروں اور تنظیموں میں ''عالمی رابطۂ ادب اسلامی'' کے نائب صدر، شعبۂ برصغیر اور ممالک مشرقیہ عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے صدر، رکن آکسفورڈ سینٹر آف اسلامک اسٹڈیز برطانیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشندہ خدائے بخشندہ

تصنیفی خدمات:

(فأ ما الزبد فيذهب جفاء وأما ما ينفع الناس فيمكث في الأرض).

مولانا علمی وقلمی دنیا میں بھی اپنی مثال آپ ہیں، مولانا کی تصنیفات کا مطالعہ متنوع سمتوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے، مولانا نے اردو عربی دونوں زبانوں کے دامن ادب کو مالا مال کیا، بہت سے موضوعات پر کتابیں لکھیں، جن میں سیرت، تاریخ، ادب، جغرافیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں، مولانا کی تحریر آسان، اسلوب شستگی وشگفتگی کا مرقع ہے، مولانا کا مخصوص طرز تحریر ہے جو دل ودماغ دونوں کی راحت کا باعث ہوتا ہے، اسلوب بالکل سادہ وعام فہم، نفس مضمون اتنا سنجیدہ اور علمی بیان اتنا سادہ اور پرکار کہ اس طرح لکھنا سب کے بس کی بات نہیں، میرؔ کا شعر ان پر صادق آتا ہے

شعر میرے ہیں گو خواص پسند
پر گفتگو مجھے عوام سے ہے

مولانا کی تصانیف میں سیرت کے موضوع پر معرکۃ الآراء تصنیف ''رہبر انسانیت'' ہے جو کہ کئی زبانوں میں منتقل ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کے متعلق ایک جگہ مولانا واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ یوں رقم طراز ہیں کہ ''سیرت کی اس کتاب میں آپ کی جامع تصویر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کتاب سے اندازہ ہوگا کہ یورپی مصنفین نے کتنی بہتان تراشی اور کذب بیانی سے کام لیا ہے، اسی طرح دوسری تصنیف ''نقوش سیرت'' ہے، پروفیسر وصی احمد صدیقی مرحومؒ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ ''پوری کتاب حضورؐ کی اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی سے مملوء ہے'' اسی طرح مولانا کی جغرافیہ کے موضوع پر مشہور ومعروف کتاب ''جزیرۃ العرب'' ہے جس میں عربوں کی ثقافتی، حربی، معاشرتی،

سماجی زندگی، زبان عربی اور جزیرۃ العرب کے جغرافیہ پر جامعیت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، جو کہ جغرافیہ کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں نادر و نایاب تحفہ ہے، ان کے علاوہ عربی ادب پر ''الأدب العربی بین عرض و نقد'' اور ''منثورات من أدب العرب'' اور خطبات ومضامین پر مشتمل کتاب ''غبار کارواں'' ''حالات حاضرہ اور مسلمان'' ''سماج کی تعلیم وتربیت'' وغیرہ لائق ذکر ہیں، مزید تذکرہ ممکن نہیں: ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

خلاصۂ کلام یہ کہ مولانا کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مولانا جو کچھ کہتے ہیں وہ دل میں اترتا چلا جاتا ہے، مولانا کے مضامین پڑھنے والوں کو مرعوب کرنے کے بجائے متاثر کرتے ہیں، بقول غالب ''یہ تحریر کی لذت ہے'' اللہ سے دعا گو ہوں کہ مولانا کی تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ، یہ ضیاباری ایسے ہی قائم ودائم رہے (آمین)

حرف آخر:

(واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون)

غرض یہ کہ مولانا کی شخصیت عالم اسلام کی محبوب ترین شخصیت ہے، بقول پروفیسر وصی احمد صدیقی مرحوم ''مولانا کی شخصیت مثل ماہتاب ہے جو کہ اپنی ٹھنڈی اور آنکھوں کو تراوٹ پہنچانے والی روشنی بکھیر رہا ہے اور یہ روشنی علم وعمل کی روشنی ہے، مولانا کی دل آویز تحریریں پڑھی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی، کتاب دل کی تفسیریں لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی، اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ امت اسلامیہ پر مولانا کا سایہ تادیر قائم رکھے اور عمر دراز کرے (آمین)

جس جائے سراپا پر نظر پڑتی ہے اس کے

آتا ہے میرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

☆diqbal50@gmail.com

(۵)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ایک قابل تقلید شخصیت

سید عمیر حسینی ☆

ماہر فن جغرافیہ داں و تاریخ ادب عربی کی مایہ ناز شخصیت، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا شمار بلا کسی مبالغہ آرائی کے ملک و بیرون ملک کی اہم ترین علمی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ قدرت نے جہاں انہیں وسعت نظر، فہم وفراست، رسوخ فی العلم کا وافر حصہ عطا کیا ہے تو وہیں اس کو بروئے کار لا کر عہد حاضر کی ضرورتوں وتقاضوں اور حاجات کے مطابق دین وشریعت کو پیش کرنے کا ملکہ وجذبہ بھی الحمد للہ خوب بخشا ہے اس طرح انہوں نے اپنی فکر ونظر کو بھی کسی ایک خانے میں قید نہیں کیا اسی وجہ سے مولانا کی فکر میں تنوع اور علمی زندگی میں ہم آہنگی ملتی ہے مولانا جس خاندان کے چشم و چراغ ہیں وہ خالص دینی تعلیم، دولت باطنی کے ساتھ ساتھ ادب وانشاء، شعر وشاعری، تاریخ وسیرت اور مراتب رجال وغیرہ کا خصوصی طور پر سنگم ہے، مولانا ایک جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں، آپ بنیادی طور پر ایک عالم دین ہیں، آپ کی زندگی کا اصل میدان دعوت الی اللہ ہے دینی وملی خدمات کے لئے آپ نے اپنا جو مزاج بنایا ہے وہ قابل تعریف ہی نہیں بلکہ فخر کے لائق ہے مولانا سماجی اور ملی کاموں میں طریقۂ نبوت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ مخاطب سے اس کی زبان وفہم کے مطابق گفتگو کی جائے۔ مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری صاحب ایک کتاب کے مقدمہ میں حضرت ناظم صاحب کے تعلق سے رقم طراز ہیں کہ مولانا کے سیرت نبوی

کے گہرے مطالعہ کا عکس ان کے ہر امر پر نمایاں ہے۔آپ گفتار ہی کے نہیں، بلکہ کردار کے بھی غازی اور مردمیدان ہیں علم کے ساتھ اللہ نے آپ کو مومنانہ بصیرت بھی عطا فرمائی ہے جو آپ کے لئے ید بیضا کا کام کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شعائر اسلام اور عقائد دینیہ پر جب بھی ملت کے حریفوں کی طرف سے حملہ ہوتا ہے تو آپ اس کے سد باب کے طریقوں سے واقف کراتے رہتے ہیں۔

مولانا موجودہ وقت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اور ہندوستان کی باوقار اور شہرت یافتہ تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے صدر ہونے کے ساتھ ہند و بیرون ہند میں مختلف تعلیمی اداروں اور تنظیموں کے سرپرست ہیں۔ایسے ہی آپ رابطۂ ادب اسلامی کے نائب صدر اور رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ کے رکن تاسیسی بھی ہیں ان سب سے وابستگی کا واحد مقصد صرف اور صرف دینی وملی خدمات کو انجام دینا ہے مولانا نے دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کے ساتھ ساتھ تالیف وتصنیف کے میدان میں بھی داد وتحسین حاصل کی ہے آپ کی متعدد تصنیفات ہیں۔آپ نے سیرت و سوانح، تاریخ وادب، جغرافیہ وفکر اسلامی کو اپنی کتابوں کا موضوع بنایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ایک قدرت مند قلم ودیعت کیا ہے جس نے آپ کے علمی وادبی افکار وعقائد کو عربی اور اردو میں نہایت فصیح وبلیغ انداز میں صفحۂ قرطاس پر محفوظ کردیا ہے۔فن سیرت میں آپ کی نئی تصنیف ''رہبر انسانیت'' چند مہینوں پہلے منظر عام پر آئی ہے جس کے اسلوب بیان اور خصوصیت کے بارے میں حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب کی زبان سلیس، عام فہم ہے اس میں معاندین اور مخالفین کے ذہن کو سامنے رکھا گیا ہے اس کے علاوہ آپ کی ایک اور کتاب سیرت کے موضوع پر ''نقوش سیرت'' ہے جو بے حد مفید ہوئی اور ماہر القادری صاحب نے اس کتاب کے بارے میں اس شعر سے اظہار مسرت کیا ہے:

مرے سرکار کے نقش قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہئے

اردو جغرافیہ میں آپ کی ایک نادر کتاب ''جزیرۃ العرب'' ہے جو اپنے فن کی ایک منفرد کتاب ہے، جس کی جامعیت وافادیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، تاریخ ادب عربی میں آپ کی انمول کتاب ''تاریخ الأدب العربی فی العصر الاسلامی'' اور ''الأدب العربی بین عرض و نقد'' یہ دونوں کتابیں تاریخ نثر اور شعر میں اپنا خود ایک امتیاز رکھتی ہیں، ان کے علاوہ حضرت کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو اپنی جگہ اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ہمارے اوپر آپ کا سایہ تادیر قائم فرمائے اور آپ کی عمر کو دراز فرمائے۔ آمین

☆smuhusaini@gmail.com

اپنے روحانی طبیب سے

(مرشدی و مولائی مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

مولانا رئیس الشاکری ندوی
(علامہ شبلی لائبریری ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ہشیار بہت ہوں مجھے دیوانہ بنادے
ہشیاری کو بھولا ہوا افسانہ بنا دے

اچھا ہے کہ اس شہر میں بے نام رہوں میں
مجھ کو بھی مرے نام سے بیگانہ بنادے

چھلکائے ہیں جس نے تری آنکھوں سے اجالے
مجھ کو بھی اُسی شمع کا پروانہ بنادے

بے پردہ نوازش کا تمنائی ہوں لیکن
کچھ اور نہ یہ ذوق کلیمانہ بنادے

بے چین مجھے رکھتی ہے کوثر کی تمنا
پیمانہ ہوں پیمانے کو پیمانہ بنادے

مینار سے، محراب سے منبر سے الجھنا
سجدوں کی جوانی کو جداگانہ بنادے

اجداد کے پیشے سے اٹھاتے بھی نہیں ہاتھ
سینہ مرا توحید کا کاشانہ بنادے

اچھاہو جو دل، اچھی رہے گی مرے دنیا
بیماری کے مرکز کو شفاخانہ بنادے

جب سامنے آئیں تو لرز جائیں طلسمات
اس طرح مرا ذوق حریفانہ بنادے

اپنا ہی نہیں غیر کا بھی بوجھ اٹھالوں
اس طرح مری پیٹھ مرا شانہ بنادے

بے فیض رہوں میں تری دیوار کے نیچے
مجھ کو مری قسمت کہیں ایسا نہ بنادے

یوں حضرتِ رابع کی دعاؤں سے رہے کام
اللہ مجھے مجھ سے بھی بیگانہ بنادے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا سوانحی خاکہ

عبدالحنان ندوی

☆ نام : سید محمد رابع حسنی ندوی

☆ ولدیت : سید رشید احمد حسنیؒ

☆ پیدائش : اکتوبر ۱۹۲۹ء مقام تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

☆ والدہ : امۃ العزیزؒ صاحبہ ہمشیرہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

☆ تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی مکتب رائے بریلی میں حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں تعلیمی سلسلہ رہا اور وہیں سے ۱۹۴۸ء میں فضیلت سے فراغت ہوئی۔ درمیان میں ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں ایک تعلیمی سال گزارا۔

☆ تدریسی خدمات:

۱۹۴۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبۂ ادب عربی میں بحیثیت معاون استاد تقرر ہوا۔

☆ ۱۹۵۰ء کے آخر سے ۱۹۵۱ء کے آخر تک ایک سال علمی استفادہ کی غرض سے حجاز مقدس میں گزارا۔

☆ ۱۹۵۲ء میں ندوہ کے ادیب دوم مقرر ہوئے۔

☆ ۱۹۵۵ء میں صدر شعبہ ادب عربی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

☆ ۱۹۷۰ء میں عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ دار العلوم ندوۃ العلماء مقرر ہوئے۔

☆ ۱۹۹۳ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا منصب اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔ ۱۹۹۸ء میں نائب ناظم مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خرابی صحت کی وجہ سے مہتمم کی ساتھ بحیثیت نائب ناظم کے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔

☆ ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء کے انتقال کے بعد جنوری ۲۰۰۰ء میں ناظم ندوۃ العلماء کا عہدہ جلیلہ آپ کو تفویض ہوا۔

☆ ۲۰۰۳ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔

عہدے اور مناصب:

(۱) ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۲) صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

(۳) نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی

(۴) صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

(۵) صدر مجلس صحافت ونشریات، لکھنؤ۔

(۶) صدر دینی تعلیمی کونسل اترا پردیش، لکھنؤ۔

(۷) صدر دار عرفات، رائے بریلی۔

(۸) رکن تاسیسی رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ۔

(۹) رکن دار المصنفین اعظم گڑھ۔

(۱۰) ٹرسٹی آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز، آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ۔
(۱۱) سرپرست مولانا محمد ثانی حسنی میموریل سوسائٹی، رائے بریلی۔
(۱۲) صدر مولانا عبدالباری سوسائٹی، لکھنؤ۔
(۱۳) رکن مولانا ابوالکلام آزاد اکیڈمی، لکھنؤ۔
(۱۴) سرپرست تحریک پیام انسانیت۔
(۱۵) سرپرست مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی، بھٹکل، کرناٹک۔

☆صحافتی خدمات:

(۱) بانی اور موجودہ سرپرست پندرہ روزہ عربی صحیفہ ''الرائد'' لکھنؤ۔
(۲) سرپرست اعلیٰ پندرہ روزہ اردو رسالہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ وسہ ماہی ''تعمیر افکار'' وماہانہ ''پیام عرفات'' رائے بریلی وماہنامہ ندائے حرم احمد آباد گجرات۔
(۳) سرپرست سہ ماہی انگریزی مجلّہ ''دی فریگرنس آف ایسٹ'' (The Fragrance Of East)
(۴) سرپرست ہندی ماہنامہ ''سچا راہی'' لکھنؤ۔
(۵) رکن مجلس ادارت ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ۔
(۶) ایڈیٹر کاروان ادب لکھنؤ

عربی زبان وادب کی خدمات کے سلسلہ میں صدر جمہوریہ ایوارڈ ۱۹۸۲ء۔

☆ بیرونی اسفار:

اکثر ممالک اسلامیہ عربیہ، نیز بلاد یورپ وامریکہ، مشرق بعید جاپان، ملیشیا، افریقہ میں مراقش، مصر، تیونس، الجزائر اور جنوبی افریقہ پاکستان، بنگلا دیش، امارات عربیہ متحدہ کے سفر کیے، نیشنل اور انٹرنیشنل علمی وادبی سمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور مقالے پیش کیے، جو مقامی وبیرونی اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

☆تصنیفات وتالیفات

مطبوعہ عربی کتب:

(١) الأمةالاسلامية ومنجزاتها

(٢) مقالات فی التربية والمجتمع

(٣) منثورات من أدب العرب

(٤) الادب العربی بين عرض ونقد

(٥) تاريخ الادب العربی (العصرالاسلامی)

(٦) الأ دب الاسلامی وصلته بالحياة

(٧) الادب الاسلامی فكرته ومنهاجه(٨) رسائل الاعلام

(٩) معلم الانشاء(تیسرا حصہ)(١٠) مختارالشعر(دو حصے)

(١١) واقع الثقافة الاسلامية(١٢) التربية والمجتمع

(١٣) بين التصوف والحياة(١٤)أضواء على الادب الاسلامی

(١٥) فی وطن الامام البخاری(١٦) العالم الا سلامی اليوم

(١٧) فی ظلال السيرة(١٨)الفقه الاسلامی (١٩) حركة ندوة العلماء فكرتها ومنهاجها۔

☆☆☆☆

مطبوعہ اردو کتب

(۱) دین وادب(۲) جغرافیہ جزیرۃ العرب

(۳) حج ومقامات حج (۴)مقامات مقدسہ

(۵) اسلامی شریعت:ایک محکم قانون اورانسانی زندگی کی ضرورت

(۶) امت مسلمہ: رہبر اور مثالی امت

(۷) امت اسلامیہ اور اس کی ثقافت (۸) دو مہینے امریکہ میں

(۹) مسلمان اور تعلیم (۱۰) سماج کی تعلیم و تربیت

(۱۱) سمرقند و بخارا کی بازیافت (۱۲) غبارِ کارواں

(۱۳) حالات حاضرہ اور مسلمان (۱۴) نقوش سیرت

(۱۵) عالم اسلام، اندیشے اور امکانات (۱۶) مسلم سماج

(۱۷) رہبر انسانیت (اردو، ہندی، انگریزی)

ان کے علاوہ سیکڑوں اردو عربی مقالات ومضامین۔

